بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النساء

(۱۵)

(گزشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا﴿۷۱﴾
وَاِنَّ مِنْکُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ، فَاِنْ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَۃٌ، قَالَ: قَدْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ

ایمان والو، اپنے اسلحہ سنبھالو[۱۳۱] اور (مظلوموں کی مدد کے لیے) نکلو، (جیسا موقع ہو)، الگ الگ دستوں کی صورت میں[۱۳۲] یا اکٹھے ہو کر۔ تم میں یقیناً وہ لوگ بھی ہیں جو (اِس طرح کے موقعوں پر) ڈھیلے پڑ جاتے ہیں[۱۳۳]، پھر اگر تمھیں کوئی گزند پہنچے تو کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھ پر بڑی عنایت کی کہ میں اِن کے

[۱۳۱] اصل میں لفظ 'حِذْرَ' آیا ہے۔ اس کے معنی کسی خطرے اور آفت سے بچنے کے ہیں۔ اپنے اسی مفہوم سے ترقی کر کے یہ زرہ، سپر اور خود وغیرہ کے لیے استعمال ہوا، اس لیے کہ یہ چیزیں جنگ میں دشمن کے حملوں سے بچنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ اس کا خاص استعمال ہے، لیکن اپنے عام استعمال میں یہ محض اسلحہ کے مفہوم میں بھی آ جاتا ہے۔ موقع کلام دلیل ہے کہ یہاں یہ اسی مفہوم میں ہے۔

[۱۳۲] یعنی ٹکڑیوں کی صورت میں دشمن پر چھاپے مارنے کے لیے۔ یہ حملے کا وہی طریقہ ہے جسے اس زمانے میں گوریلا جنگ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

[۱۳۳] اور اس طرح خود بھی جنگ سے جی چراتے اور دوسروں کو بھی پست ہمت کرتے ہیں۔

اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ، كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ، يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ
وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا،

ساتھ موجود نہ تھا اور اگر اللہ تم پر کوئی فضل فرمائے تو کہتے ہیں ـــــ اور اِس طرح کہتے ہیں کہ گویا اُن کے اور تمھارے درمیان کبھی کوئی رشتۂ محبت نہ تھا[۱۳۴] ـــــ کہ اے کاش، میں بھی اِن کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا۔ (ایسے لوگوں کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے[۱۳۵])، اِس لیے وہی لوگ اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے نکلیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں دے ڈالنے کے لیے تیار ہوں۔ (اُن کے لیے بشارت ہے کہ) جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غلبہ پائے گا، اُسے ہم اجر عظیم عطا کریں گے۔ ۷۱-۷۴

(ایمان والو)، تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے جو فریاد کر رہے ہیں کہ پروردگار، ہمیں ظالموں کی اِس بستی سے نکال[۱۳۶] اور

---

[۱۳۴] یہ الفاظ ان کے باطن کو نمایاں کرتے ہیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...مطلب یہ ہے کہ اگر یہ اپنی شامت اعمال سے کسی مہم میں شامل نہیں ہوتے تو ایمانی و اسلامی اخوت کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کی کامیابی پر خوش ہوں کہ اللہ نے ان کے دینی بھائیوں کو سرخرو کیا، لیکن انھیں اس بات کی کوئی خوشی نہیں ہوتی، بلکہ جس طرح حریف کی کسی کامیابی پر آدمی کا دل جلتا ہے کہ وہ اس میں حصہ دار نہ ہو سکا، اسی طرح یہ لوگ اس کو اپنی کامیابی نہیں، بلکہ حریف کی کامیابی سمجھتے ہیں اور اپنی محرومی پر سر پیٹتے ہیں۔ گویا اسلام اور مسلمانوں سے ان کا کوئی رشتہ ہی نہیں۔“ (تدبر قرآن ۲/ ۳۳۵)

[۱۳۵] یعنی ان لوگوں کی ضرورت نہیں ہے جو استاذ امام کے الفاظ میں صرف اس جنگ کے غازی بننا چاہتے

وَاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا، وَّاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ نَصِیۡرًا ﴿۷۵﴾

ہمارے لیے اپنے پاس سے[137] ہمدرد پیدا کر دے اور اپنے پاس سے حامی اور مددگار پیدا کر دے[138]۔ ۷۵

ہیں جس میں نکسیر بھی نہ پھوٹے اور مال غنیمت بھی بھرپور ہاتھ آئے۔

[۱۳۶] اس سے معلوم ہوا کہ قتال فی سبیل اللہ کی سب سے نمایاں اور اولین صورت یہی ہے کہ ان لوگوں کی مدد کی جائے جو دین کے لیے ستائے جا رہے ہوں۔ آیت میں ظالموں کی بستی کے الفاظ سے اشارہ ان بستیوں کی طرف ہے جن میں بہت سے مرد، عورتیں اور بچے ایمان لا چکے تھے، مگر ایسے سرپرستوں اور زبردستوں کے چنگل میں تھے کہ ان کے ظلم وستم سے بچ کر اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے کوئی راہ نہیں پاتے تھے۔

[۱۳۷] اصل میں 'مِنۡ لَّدُنۡکَ' کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ اگرچہ بظاہر تو امید کی کرن نظر نہیں آتی، مگر اللہ تعالیٰ کے لیے کیا بعید ہے۔ وہ جب چاہے اپنے بندوں کے لیے کوئی راہ کھول دے۔

[۱۳۸] اس پوری آیت سے جو باتیں ظاہر ہوتی ہیں، استاذ امام امین احسن اصلاحی نے ان کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

> ''ایک یہ کہ ظالم کفار نے کمزور مسلمانوں پر خود ان کے وطن کی زمین اس طرح تنگ کر دی تھی کہ وہ وطن ان کو کاٹے کھا رہا تھا اور باوجودیکہ وطن کی محبت ایک فطری چیز ہے، لیکن وہ اس سے اس قدر بیزار تھے کہ اس کو ظالم باشندوں کی بستی کہتے ہیں، اس کی طرف کسی قسم کا انتساب اپنے لیے گوارا کرنے پر تیار نہیں ہیں۔
>
> دوسری یہ کہ کوئی وطن اسی وقت تک اہل ایمان کے لیے وطن کی حیثیت رکھتا ہے جب تک اس کے اندر ان کے دین وایمان کے لیے امن ہو۔ اگر دین وایمان کو اس میں امن حاصل نہ ہو تو وہ وطن نہیں، بلکہ وہ خونخوار درندوں کا بھٹ، سانپوں اور اژدہوں کا مسکن اور شیطانوں کا مرکز ہے۔
>
> تیسری یہ کہ اس زمانے میں حالات اس قدر مایوس کن تھے کہ مظلوم مسلمانوں کو ظاہر میں نجات کی کوئی راہ بھی سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ سارا بھروسا بس اللہ کی مدد پر تھا کہ وہی غیب سے ان کے لیے کوئی راہ کھولے تو کھولے۔ اس کے باوجود یہ مسلمان اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ اللہ اکبر! کیا شان تھی ان کی استقامت کی! پہاڑ بھی اس استقامت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔
>
> چوتھی یہ کہ اگر کہیں مسلمان اس طرح کی مظلومیت کی حالت میں گھر جائیں تو ان تمام مسلمانوں پر جو ان کی مدد کرنے کی پوزیشن میں ہوں، جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ان کی مدد کے لیے نہ اٹھیں تو یہ صریح نفاق ہے۔''

(تدبر قرآن ۲/۳۳۶)

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ، وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِيۡلِ الطَّاغُوۡتِ، فَقَاتِلُوۡٓا اَوۡلِيَآءَ الشَّيۡطٰنِ، اِنَّ كَيۡدَ الشَّيۡطٰنِ كَانَ ضَعِيۡفًا﴿٧٦﴾

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ قِيۡلَ لَهُمۡ: كُفُّوۡٓا اَيۡدِيَكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ. فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡيَةً، وَقَالُوۡا: رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ، لَوۡلَآ اَخَّرۡتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ.

(انھیں بتاؤ، اے پیغمبر کہ) ایمان والے خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور منکرین اپنے سرکشوں[139] کی راہ میں۔ (یہ شیطان کے دوست ہیں)، سو تم شیطان کے اِن دوستوں سے لڑو اور یقین رکھو کہ شیطان کی چال بڑی کمزور ہے۔ ۷۶

تم نے دیکھا نہیں اِن لوگوں کو جن سے کہا جاتا تھا کہ (ابھی لڑنے کا وقت نہیں ہے، اِس لیے) اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز کا اہتمام کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو (تو یہ نماز اور زکوٰۃ سے جی چراتے اور جنگ کے لیے بے تاب ہوتے تھے[140])۔ لیکن جب اِن پر جنگ فرض کر دی گئی تو اب اِن کی حالت یہ ہے کہ اِن میں سے ایک گروہ لوگوں سے اِسی طرح ڈرتا ہے، جس طرح اللہ سے ڈرا جاتا ہے یا اُس سے بھی زیادہ۔ کہتے ہیں[141] کہ پروردگار، تو نے یہ لڑائی ہم پر کیوں فرض کر دی ہے؟ ہمیں کچھ تھوڑی سی مہلت

---

[۱۳۹] اشارہ ہے عرب کے ائمۂ کفر کی طرف جن کے لیے اصل میں لفظ 'طَاغُوۡت' آیا ہے۔

[۱۴۰] یعنی جب کفار کے علاقوں میں مسلمانوں کی مظلومیت اور بے بسی کو دیکھ کر لوگوں کے اندر جنگ کا احساس پیدا ہوتا اور وہ اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تو یہ منافقین اپنے ایمان و اخلاص کی دھونس جمانے کے لیے دوسروں سے بڑھ کر جہاد و قتال کے لیے بے تاب ہوتے تھے، لیکن جو کام اس وقت کرنے کے تھے، ان سے جی چراتے اور گریز و فرار کے بہانے ڈھونڈتے تھے۔

[۱۴۱] اصل میں لفظ 'قَالُوۡا' آیا ہے۔ یہ زبان کا قول نہیں ہے، بلکہ ان کی ذہنی حالت کی تعبیر ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ اس طرح کی تعبیرات کے لیے بھی آتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.ghamidi.net

قُلْ: مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى، وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴿۷۷﴾ اَيْنَ
مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ، وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ، وَاِنْ تُصِبْهُمْ
حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا: هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا: هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ.
قُلْ: كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ، فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا﴿۷۸﴾ مَآ
اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ، وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ،
وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا، وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ

اور کیوں نہیں دی؟ اِن سے کہہ دو: دنیا کا سرمایہ بہت تھوڑا ہے اور جو لوگ پرہیز گاری اختیار کریں، اُن کے لیے آخرت اُس سے کہیں بڑھ کر ہے اور (وہاں) تمھاری ذرا بھی حق تلفی نہ ہوگی۔ رہی موت تو تم جہاں کہیں بھی ہو، وہ ہر حال میں تمھیں آکر رہے گی، خواہ تم کیسے ہی مضبوط اور بلند و بالا قلعوں[۱۴۲] میں ہو۔ (زبان سے یہ تمھاری رسالت کا اقرار کرتے ہیں) اور اگر اِنھیں کوئی کامیابی حاصل ہوتی ہے تو کہتے ہیں: یہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں: یہ تمھاری وجہ سے ہے۔ کہہ دو: ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے، (اِس لیے کہ جو کچھ ہوتا ہے، اُسی کے اذن سے ہوتا ہے)۔ آخر اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ (یہ حقیقت ہے کہ) تمھیں جو بھلائی بھی پہنچتی ہے، اللہ کی عنایت سے پہنچتی ہے اور جو مصیبت آتی ہے، وہ تمھارے اپنے نفس کی طرف سے آتی ہے[۱۴۳]۔ (اِن کی اصل بیماری یہ ہے کہ یہ تمھاری رسالت کے بارے میں متردد ہیں۔ اِن کی پروا نہ کرو)، ہم نے تمھیں لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور (اِس کے لیے) اللہ کی گواہی کافی ہے۔ (اِنھیں معلوم ہونا چاہیے کہ) جو رسول کی اطاعت کرتا ہے، اُس نے درحقیقت

---

[۱۴۲] اصل میں 'بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں 'مُّشَيَّدَةٍ' کی صفت بلندی اور استحکام، دونوں مفاہیم کو شامل ہے۔ ہم نے ترجمہ اسی کے لحاظ سے کیا ہے۔

[۱۴۳] یعنی اللہ کے اذن سے آتی ہے، مگر نفس کی کسی غلطی کی وجہ سے یا اس کی کوئی کمزوری دور کرنے کے لیے

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾

وَيَقُوْلُوْنَ: طَاعَةٌ، فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ، وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ، فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ، وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ، وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا

اللہ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑ لیا (تو اُس کی کوئی ذمہ داری تم پر نہیں ہے)، اِس لیے کہ ہم نے تمھیں اِن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا ہے۔[۱۴۴] ۷۷-۸۰

کہتے ہیں کہ سر تسلیم خم ہے،[۱۴۵] پھر جب تمھارے پاس سے ہٹتے ہیں تو اِن میں سے ایک گروہ اپنی اس بات کے بالکل برخلاف مشورے کرتا ہے۔[۱۴۶] اِن کی یہ تمام سرگوشیاں اللہ لکھ رہا ہے۔ سو اِن سے اعراض کرو اور اللہ پر بھروسا رکھو اور (جان لو کہ) اللہ بھروسے کے لیے کافی ہے۔ (تمھاری رسالت کے بارے میں اِنھیں تردد کیوں ہے)؟ کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی

آتی ہے یا اس لیے آتی ہے کہ طبیعت کے اندر جو خیر و شر بھی دبا ہوا ہے، وہ ابھر کر سامنے آجائے۔

[۱۴۴] اس میں بات اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہی گئی ہے، مگر روے سخن، اگر غور کیجیے تو انھی منافقین کی طرف ہے۔

[۱۴۵] اصل میں لفظ 'طَاعَةٌ' آیا ہے۔ یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ سارا زور خبر پر رہے۔

[۱۴۶] اصل الفاظ ہیں: 'بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ'۔ ان میں 'بَيَّتَ' کے معنی اصلاً تو رات میں کوئی کام کرنے کے ہیں، لیکن اپنے عام استعمال میں یہ لفظ رات کی قید سے مجرد ہو گیا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...الفاظ کے اس طرح اپنے ابتدائی مفہوم سے مجرد ہو جانے کی مثالیں عربی زبان میں بہت ہیں۔ 'اَضْحٰی' اور 'بَاتَ' بھی اپنے عام استعمال میں دن اور رات کی قید سے مجرد ہو کر استعمال ہوتے ہیں۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ نبی کی مجلس میں تو یہ ہر بات پر سر تسلیم خم کرتے ہیں، لیکن جب وہاں سے ہٹتے ہیں تو اپنی مجلسوں میں ان آیات و احکام کے خلاف مشورے کرتے ہیں جن کو اپنی خواہشات اور اپنے مفاد ذاتی کے خلاف پاتے ہیں۔'' (تدبر قرآن ۲/۳۴۶)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ﴿۸۲﴾

وَاِذَا جَآءَ ھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ، وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ

طرف سے ہوتا تو اِس میں وہ بہت کچھ اختلاف پاتے[۱۴۷]۔۸۱-۸۲

(ایمان والو، یہ تمھارے خیر خواہ نہیں ہیں، اِس لیے) اِنھیں جب امن یا خطرے کی کوئی بات پہنچتی ہے تو یہ اُسے پھیلا دیتے ہیں[۱۴۸]، دراں حالیکہ اگر یہ (اللہ کے) رسول اور اُن لوگوں کے سامنے اُسے پیش

---

[۱۴۷] مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن پر غور کرتے تو تمھاری نبوت کے بارے میں کبھی متردد نہیں ہو سکتے تھے، اس لیے کہ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہو سکتا جو سال ہا سال تک مختلف حالات میں اور مختلف موقعوں پر اس طرح کے متنوع موضوعات پر تقریریں کرتا رہے اور شروع سے آخر تک اس کی یہ تمام تقریریں جب مرتب کی جائیں تو ایک ایسے ہم رنگ اور متوافق مجموعۂ کلام کی صورت اختیار کر لیں جس میں نہ خیالات کا کوئی تصادم ہو، نہ متکلم کے دل و دماغ میں پیدا ہونے والی کیفیات کی کوئی جھلک دکھائی دے اور نہ رائے اور نقطۂ نظر کی تبدیلی کے کوئی آثار کہیں دیکھے جا سکتے ہوں۔ یہ تنہا قرآن ہی کی خصوصیت ہے اور اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ خدا کی کتاب ہے اور تم خدا کے پیغمبر ہو۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''...قرآن کی ہر بات اپنے اصول اور فروع میں اتنی مستحکم اور مربوط ہے کہ ریاضی اور اقلیدس کے فارمولے بھی اتنے مستحکم و مربوط نہیں ہو سکتے۔ وہ جن عقائد کی تعلیم دیتا ہے، وہ ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ و پیوستہ ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی الگ کر دیجیے تو پورا سلسلہ ہی درہم برہم ہو جائے۔ وہ جن عبادات وطاعات کا حکم دیتا ہے وہ عقائد سے اس طرح پیدا ہوتی ہیں جس طرح تنے سے شاخیں پھوٹتی ہیں، وہ جن اعمال و اخلاق کی تلقین کرتا ہے وہ اپنے اصول سے اس طرح ظہور میں آتے ہیں جس طرح ایک شے سے اس کے قدرتی اور فطری لوازم ظہور میں آتے ہیں۔ اس کی مجموعی تعلیم سے زندگی کا جو نظام بنتا ہے وہ ایک بنیان مرصوص کی شکل میں نمایاں ہوتا ہے جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ سے اس طرح جڑی ہوئی ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی الگ کرنا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ پوری عمارت میں خلا پیدا ہو جائے۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۳۴۷)

[۱۴۸] اس طرح کی افواہیں عام حالات میں بھی بڑے خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں۔ اس زمانے میں جنگ کے حالات تھے جن میں یہ خطرناکی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ، وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾
فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ، وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ. عَسَی
اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا، وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ
یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا، وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ
لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا، وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾

کرتے جو اُن میں سے معاملات کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں تو جو لوگ اُن میں سے بات کی تہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ اُس کو سمجھ لیتے[149]۔ (مگر اِنھوں نے شیطان کی راہ اختیار کی ہے) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر تم سب شیطان کی پیروی کرتے۔ ۸۳

سو (اِنھیں چھوڑو اور) اللہ کی راہ میں جنگ کرو ـــــ تم پر اپنی ذات کے سوا کسی کی ذمہ داری نہیں ہے ـــــ اور ایمان والوں کو (جنگ کے لیے) ابھارو۔ بعید نہیں کہ اللہ اُن لوگوں کا زور توڑ دے جو منکر ہو گئے ہیں۔ اللہ کا زور سب سے زیادہ ہے اور (اِس طرح کے منکروں کو) وہ بڑی عبرت انگیز سزا دینے والا ہے۔ (یہ جہاد سے گریز کے مشورے دیتے ہیں۔ اِنھیں بتاؤ کہ) جو اچھی بات کے حق میں کہے گا، وہ اُس میں سے حصہ پائے گا اور جو برائی کے لیے کہے گا[150]، وہ اُس میں سے حصہ پائے گا۔ (یہ اللہ کا فیصلہ ہے) اور اللہ ہر چیز کی طاقت رکھنے والا ہے۔ ۸۴-۸۵

---

[۱۴۹] اصل میں لفظ 'عَلِمَ' آیا ہے۔ یہ کسی چیز کے موقع و محل کو متعین کر لینے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہاں یہ اسی مفہوم میں ہے۔

[۱۵۰] اصل الفاظ ہیں: 'یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً'۔ 'شَفَعَ' کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز سے جوڑنے کے ہیں۔ اسی مفہوم سے ترقی کر کے یہ کسی بات کی تائید و حمایت اور اس کے حق میں کچھ کہنے کے لیے آتا ہے، وہ بات اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ چنانچہ دونوں کے لیے قرآن نے یہی لفظ اختیار فرمایا اور پہلی صورت کو 'شَفَاعَةً حَسَنَةً' اور دوسری کو 'شَفَاعَةً سَیِّئَةً' سے تعبیر کیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى
كُلِّ شَىْءٍ حَسِيْبًا﴿٨٦﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا
رَيْبَ فِيْهِ، وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴿٨٧﴾
فَمَا لَكُمْ فِى الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ، وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا، اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ

(تم جنگ کے لیے نکلو) اور جب (کسی شخص کی طرف سے) سلام کہا جائے[۱۵۱] تو تم بھی سلام کہو، اُس سے بہتر یا اُسی طرح (اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو)، اِس لیے کہ اللہ یقیناً ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔[۱۵۲] اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہ تم سب کو قیامت کے دن کی طرف لے جا کر رہے گا[۱۵۳] جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں، اور اللہ سے بڑھ کر سچی بات کہنے والا کون ہو سکتا ہے۔ ۸۶-۸۷

(تم اُن لوگوں کو جانتے ہو جو ایمان لا کر پلٹ گئے ہیں)، پھر تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ اِن منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو۔[۱۵۴] اللہ نے تو اُن کے کیے کی پاداش میں اُنھیں الٹا پھیر دیا ہے۔[۱۵۵] کیا تم

---

[۱۵۱] اصل الفاظ ہیں: 'وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ'۔ استاذ امام نے ان کی وضاحت فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''حَيَّاهُ تَحِيَّةً' کے اصل معنی کسی کو زندگی کی دعا دینے کے ہیں۔ اسی سے دعائیہ کلمہ 'حَيَّاكَ اللّٰهُ' ہے جس کے معنی ہیں، اللہ تمھاری عمر دراز کرے۔ سلام اور اس کے ہم معنی دوسرے دعائیہ کلمات بھی چونکہ کم و بیش یہی یا اسی سے ملتے جلتے مفہوم اپنے اندر رکھتے ہیں، اس وجہ سے لفظ کے عام مفہوم میں وہ سب اس کے اندر شامل ہو جاتے ہیں۔'' (تدبر قرآن ۲/۳۵۶)

[۱۵۲] یہ فوج کشی چونکہ ان مظلوم مسلمانوں کی حمایت میں کی جا رہی تھی جو منکروں کے نرغے میں تھے، اس لیے ہدایت کی گئی کہ سلام کو ان کے اسلام کی علامت سمجھا جائے، اسے خوش دلی کے ساتھ قبول کیا جائے اور اس کا جواب بہتر طریقے سے دیا جائے۔ ان کے ایمان و اسلام کی تحقیق بعد میں ہو سکتی ہے۔ اس وقت زیادہ اہمیت اس چیز کی ہے کہ کوئی مخلص مسلمان تمھاری تلواروں کی زد میں نہ آ جائے۔

[۱۵۳] اصل میں 'لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'لَيَجْمَعَنَّكُمْ' کے بعد 'اِلٰى' کا صلہ دلیل ہے کہ یہاں کوئی لفظ ہانکنے اور لے جانے کے معنی میں محذوف ہے۔

[۱۵۴] اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ ان کے ساتھ رشتہ و قرابت یا خاندان اور قبیلے کا تعلق

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ، وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ
تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً، فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ، وَلَا
تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ
مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ،

اُنھیں ہدایت دینا چاہتے ہو جنھیں اللہ نے (اپنے قانون کے مطابق) گمراہ کر دیا ہے؟[156] دراں حالیکہ جنھیں اللہ گمراہ کر دے، اُن کے لیے تم کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح خود منکر ہیں، اُسی طرح تم بھی منکر ہو جاؤ تاکہ وہ اور تم سب برابر ہو جائیں۔ لہٰذا اُن میں سے کسی کو اپنا ساتھی نہ بناؤ، جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے نہ آجائیں۔ پھر اگر وہ اِس سے گریز کریں تو اُنھیں پکڑو اور جہاں پاؤ، قتل کرو اور اُن میں سے کسی کو اپنا ساتھی اور مددگار نہ بناؤ۔[157] اِس سے وہ لوگ، البتہ مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم سے جا ملے ہوں جن سے تمھارا کوئی معاہدہ ہے۔ اِسی طرح وہ لوگ بھی مستثنیٰ ہیں جو تمھارے پاس اِس طرح آئیں کہ نہ اپنے اندر تم سے لڑنے کی ہمت پاتے ہوں نہ اپنی قوم سے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

رکھتے تھے۔ لہٰذا چاہتے تھے کہ نرمی کا رویہ اختیار کیا جائے۔ ان کا خیال تھا کہ انھیں اگر ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور کچھ ربط ضبط رکھا جائے تو آہستہ آہستہ یہ سچے مسلمان بن جائیں گے۔

[۱۵۵] یعنی اسلام کی طرف جو قدم انھوں نے اٹھایا تھا، اسے جب دنیا کی محبت میں انھوں نے پیچھے ہٹا لیا تو اللہ نے بھی ان کے اس جرم کی پاداش میں انھیں اسی حالت کی طرف لوٹا دیا جس میں وہ یہ قدم اٹھانے سے پہلے تھے۔

[۱۵۶] یعنی اپنے اس قانون کے مطابق کہ جانتے بوجھتے حق سے گریز کرنے والوں کو اللہ گمراہی کے حوالے کر دیتا ہے۔

[۱۵۷] مطلب یہ ہے کہ ہجرت کی دعوت کے بعد اب ہجرت ہی ان کے ایمان واسلام کی کسوٹی ہے۔ اگر وہ اس کے لیے آمادہ نہیں ہوتے تو ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو پیغمبر کی طرف سے اتمام حجت کے بعد اسلام

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ، فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ
وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾

اللہ چاہتا تو اُنھیں تم پر دلیر کر دیتا اور وہ بھی تم سے لڑتے۔ لہٰذا اگر وہ تم سے الگ رہیں اور جنگ نہ کریں اور تمھاری طرف صلح و آشتی کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ تمھیں بھی اُن کے خلاف کسی اقدام کی اجازت نہیں دیتا۔ ۸۸-۹۰

اور مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

[باقی]

---

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net